***Journal of Religion & Society*** **(JR&S)**
*Available Online:*
*[https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index](https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index)*
*Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X*
*Platform & Workflow by: Open Journal Systems*

# Christian Teachings on Social Justice: An Analytical Study

## سماجی انصاف سے متعلق مسیحی تعلیمات:ایک تجزیاتی مطالعہ

**Dr. Muhammad Riaz Mahmood**
Associate Professor
Department of Islamic Thought, History and Culture
Allama Iqbal Open University
Islamabad.
Email: riaz.mahmood@aiou.edu.pk

**Abstract**
*This analytical study explores the concept of social justice within Christian theology, examining its doctrinal foundations, historical development, and contemporary relevance. The research begins by establishing the importance and background of the topic, followed by a conceptual analysis of social justice, its scope, and modern applicability. It investigates the intrinsic relationship between religious teachings and social justice, arguing that they are inseparably linked. The core of the study delves into specific Christian teachings, analyzing the Christian concept of God, prophethood and the pivotal role of Jesus Christ as exemplars of justice. Further, it examines the contributions of Church fathers, the role of Christian worship, ethics, rituals, education, and parables in fostering a just society. The study also confronts the socio-political challenges facing Christianity today and concludes with an analysis of the Christian concept of punishment and its implications for restorative justice. The findings reveal that social justice is not a peripheral theme but is central to Christian identity, demanding active engagement in the struggle against oppression, poverty, and inequality, thereby offering a comprehensive framework for societal reform.*

***Keywords:*** *Bible, Christianity, Church, Ethics, Jesus Christ, Prophethood, Social Justice, Societal Reform, Theology.*

### 1. موضوع تحقیق کا تعارف، اہمیت اور پس منظر

سماجی انصاف کا تصور عصر حاضر کے ان اہم موضوعات میں سے ہے جس نے انسانی معاشرے کے تمام طبقات اور نظاموں کو متاثر کیا ہے۔ مذہبی تعلیمات، خاص طور پر مسیحیت، نے صدیوں سے سماجی انصاف کے فروغ میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ مسیحی تعلیمات کا مرکزی پیغام محبت، ہم دردی اور مظلوموں کے ساتھ انصاف کا قیام ہے۔ یہ تحقیق انہی تعلیمات کا تجزیاتی مطالعہ ہے تاکہ یہ سمجھا جاسکے کہ مسیحیت میں سماجی انصاف کو کس طرح دیکھا جاتا ہے، اس کے مذہبی و اخلاقی مآخذ کیا ہیں اور عصری چیلنجز کے تناظر میں اس کی افادیت کیا ہے۔ یہ مطالعہ مسیحی الہیات، تاریخ اور عملی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو یکجا کرتے ہوئے اس نتیجے تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے کہ سماجی انصاف مسیحی ایمان کا محض ایک ضمنی نہیں بلکہ مرکزی عنصر ہے۔ سماجی انصاف کا تصور اگرچہ ایک جدید اصطلاح ہے، لیکن اس کی جڑیں انسانی تہذیب کے قدیم ترین مذاہب اور فلسفوں میں پیوست ہیں۔ مسیحیت نے انصاف کے تصور کو اپنے الہیاتی نظام کا لازمی جزو بنالیا۔ اس موضوع کی اہمیت اس حقیقت سے واضح ہے کہ مسیحی تعلیمات نے نہ صرف افراد کی ذاتی زندگیوں کو متاثر کیا بلکہ پوری قوموں کے قانونی، معاشی اور سیاسی نظاموں پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ پہلی صدی عیسوی میں جب مسیحیت رومی سلطنت کے ظلم و جبر کے خلاف ایک تحریک کے طور پر ابھری، تو اس کا بنیادی نکتہ کمزوروں، غریبوں اور پسماندہ طبقات کا تحفظ تھا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات میں محروموں سے ہم دردی اور جبر کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف مزاحمت کا واضح پیغام موجود تھا۔ بعد ازاں جب مسیحیت ریاستی مذہب بن گئی، تو کلیسیا نے سماجی انصاف کے تصور کو مزید منظم کیا۔ بیسویں صدی میں آزادی کی الہیات کی تحریک نے اس موضوع کو نئی زندگی بخشی۔[1] لاطینی امریکہ میں

---

[1] Gutierrez, G, A Theology of Liberation(London: Orbis Books,1973),P:5-89.

غربت اور استحصال کے خلاف اٹھنے والی یہ تحریک مسیحی تعلیمات کو عملی جدوجہد سے جوڑتی ہے۔ پاکستان جیسے معاشرے میں جہاں مذہبی اقلیتیں سماجی و معاشی چیلنجز کا سامنا کرتی ہیں، مسیحی تعلیمات میں موجود سماجی انصاف کا تصور بین المذاہب ہم آہنگی اور قومی یکجہتی کے لیے راہ نما ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ تحقیق اسی پس منظر میں مسیحی تعلیمات کا تجزیہ کرتی ہے کہ وہ کس طرح عصری سماجی انصاف کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہیں۔

### 2. سماجی انصاف کا مفہوم، دائرہ کار اور عصری افادیت

سماجی انصاف ایک ایسا وسیع اور پیچیدہ تصور ہے جس کی مختلف مکاتب فکر، مذاہب اور نظریات میں متعدد تعریفیں کی گئی ہیں، مگر ان تمام میں ایک مشترکہ عنصر ضرور پایا جاتا ہے، وہ ہے انسان کی بنیادی حرمت اور اس کے ساتھ مساوات کا قیام۔ عام طور پر سماجی انصاف سے مراد معاشرے میں وسائل، مواقع اور مراعات کی منصفانہ تقسیم ہے تا کہ ہر فرد، خواہ اس کا تعلق کسی بھی طبقے، نسل یا جنس سے ہو، اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے یکساں مواقع سے ہمکنار ہو سکے۔ یہ تصور محض قانونی انصاف سے کہیں وسیع تر ہے کیونکہ یہ نہ صرف قانون کی حکمرانی کو موضوع بناتا ہے بلکہ معاشی تفریق، سیاسی ناہمواری، سماجی اخراج اور ثقافتی امتیاز جیسی پیچیدہ حقیقتوں کو بھی اپنے تجزیے کا حصہ بناتا ہے۔ انصاف کا یہ جامع تصور فرد کے حقوق سے لے کر اجتماعی ذمہ داریوں تک پھیلا ہوا ہے، جہاں فرد کی آزادی اور معاشرے کی فلاح کے درمیان توازن قائم کرنا ایک بنیادی اخلاقی چیلنج کے طور پر سامنے آتا ہے۔ جدید دور میں سماجی انصاف کے دائرہ کار نے مزید وسعت اختیار کرلی ہے۔ اب اس کے تحت تعلیم، صحت، روزگار، رہائش، سیاسی نمائندگی، ڈیجیٹل رسائی اور ماحولیاتی انصاف جیسے شعبوں میں مساوات کو شامل کیا جاتا ہے۔ یہ تصور اب صرف نظریاتی بحث تک محدود نہیں رہا بلکہ اقوام متحدہ جیسی عالمی تنظیموں نے بھی اسے پائیدار ترقی کے اہداف کا حصہ قرار دے کر عملی حکمت عملیوں میں شامل کر لیا ہے۔ عصری افادیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آج جب دنیا بھر میں دولت کی تقسیم میں شدید تفاوت پایا جاتا ہے، امیر اور غریب کے درمیان خلا خطرناک حد تک بڑھ رہا ہے اور نسل پرستی، صنفی امتیاز، مذہبی منافرت اور معاشرتی خارجیّت جیسے مسائل سر اٹھا رہے ہیں، ایسے میں سماجی انصاف کا تصور ان برائیوں کے خلاف ایک مؤثر ہتھیار کے طور پر ابھرتا ہے۔ یہ وہ معیار ہے جس پر انسانی معاشروں کی اخلاقی صحت کا دارومدار ہے۔[2]

مسیحیت اس تناظر میں ایک منفرد اور گہرا پیغام دیتی ہے جو محض قانونی مساوات کی سطح سے بلند ہو کر محبت اور ایثار کی عملی منزل تک لے جاتا ہے۔ مسیحی تعلیمات کا مرکزی پیغام یہ ہے کہ انصاف کا تقاضا محض قوانین کا نفاذ نہیں، بلکہ دوسروں کے ساتھ وہ سلوک کرنا ہے جو ہم اپنے لیے چاہتے ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر، کمزور، مظلوم اور پسماندہ افراد کے ساتھ خصوصی ہمدردی کا مظاہرہ کرنا ہے۔ عہد جدید کی تعلیمات میں حضرت مسیح علیہ السلام کا کردار اور ان کا اسوہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ انصاف کا تصرف صرف عدالتوں کی عمارتوں تک محدود نہیں، بلکہ وہ بازار، گھر، گلی کوچے اور معاشرے کے ہر گوشے میں زندہ عمل کا نام ہے۔ مسیحیت کے نزدیک سماجی انصاف کا اصل محرک ایمان کا وہ جوہر ہے جو انسان کو خود غرضی سے نکال کر دوسروں کی خدمت اور ان کے ساتھ ہمدردی کی راہ پر گامزن کر دیتا ہے۔[3]

یہ تصور تمام سماجی تفریقوں کو چیلنج کرتا ہے۔ خواہ وہ نسلی ہوں، طبقاتی ہوں، یا صنفی اور انسانی وقار کے تحفظ کو یقینی بناتا ہے۔ مسیحی فکر میں یہ بات نہایت وضاحت سے ملتی ہے کہ ہر انسان، خواہ اس کا مقام کچھ بھی ہو، خدا کی صورت پر تخلیق پایا ہے اور اسی لیے اس کی عزت اور حرمت کا تحفظ ہر معاشرے کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ یہی وہ نقطہ ہے جہاں مسیحیت کا تصور انصاف محض ایک فلسفہ نہیں رہ جاتا بلکہ ایک طرز زندگی کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ جہاں عبادت اور معاملات، کلیسا اور معاشرہ، روحانیت اور سیاست سب ایک دوسرے سے جڑ جاتے ہیں۔ جب کوئی معاشرہ اس اصول پر چلتا ہے کہ کمزور کی حفاظت، غریب کی دست گیری اور مظلوم کی آواز بننا ہی حقیقی ایمان کی علامت ہے، تو وہ معاشرہ نہ صرف سماجی انصاف کے قریب پہنچتا ہے بلکہ ایک ایسے اخلاقی نظام کی تشکیل کرتا ہے جہاں انسانیت اپنی حقیقی منزل سے ہم کنار ہوتی ہے۔ عصر حاضر میں مادی ترقی کے باوجود انسانی رشتے کمزور ہوتے جا رہے ہیں اور انفرادیت پسندی نے اجتماعی ذمہ داریوں کو پس پشت ڈال دیا ہے، مسیحیت کا یہ پیغام کہ انصاف محبت کے بغیر ادھورا ہے اور محبت انصاف کے بغیر نامکمل، انتہائی اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔[4] یہ وہ جامع نقطہ نظر ہے جو نہ صرف موجودہ سماجی مسائل کا گہرائی سے ادراک کراتا ہے بلکہ ان کے حل کی راہ بھی دکھاتا ہے۔ ایک ایسی راہ جہاں قانون روح سے ملتا ہے، انصاف رحمت کا جامہ پہنتا ہے اور انسان اپنے ہم نوع کی حرمت میں اپنی حقیقی کامیابی پاتا ہے۔

---

[2] K. Gireesan, Sujit Kumar Paul, Best Practices in Sustainable Development Goals(Delhi: Concept Publishing Company Pvt.Limited,2025),P:1-83.

[3] شان ہیلی، بریجیڈ رینلڈز، بائبل اور سماج، مترجمین: سلیم انجم، پاسکل کلیمنٹ (گوجرانوالہ: سادھوکے، مکتبہ عناویم، 2005ء)، ص:10-55۔

[4] عمانوئیل عاصی، انصاف کی روحانیت (گوجرانوالہ: سادھوکے، مکتبہ عناویم، 1993ء)، ص:1-24۔

### 3. سماجی انصاف اور مذہبی تعلیمات کا باہمی تعلق

سماجی انصاف اور مذہبی تعلیمات کا باہمی تعلق انسانی تاریخ کا وہ ابدی سفر ہے جہاں روحانی بصیرت اور معاشرتی مساوات کی راہیں آپس میں ملتی ہیں۔ سماجی انصاف وسائل، مواقع اور مراعات کی منصفانہ تقسیم کا نام ہے، صرف قانونی و سیاسی دائروں میں محدود نہیں بلکہ اس کی جڑیں انسانی ضمیر کی گہرائیوں تک پھیلی ہوئی ہیں اور یہیں پر مذہبی تعلیمات کا کردار سب سے زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ مختلف مذاہب نے صدیوں سے انسان کو یہ سبق دیا ہے کہ انصاف محض ایک سماجی تقاضا نہیں بلکہ اخلاقی فرض ہے، یہ کہ کمزوروں، مظلوموں اور پسماندہ افراد کے ساتھ ہمدردی کا اظہار ہی حقیقی ایمان کی علامت ہے۔ مذہبی تعلیمات میں محبت، ہم دردی، ایثار اور مساوات کے جو تصورات پائے جاتے ہیں، وہ دراصل سماجی انصاف کی روح ہیں۔ ان کے بغیر انصاف کے قوانین بے جان دستاویزات بن کر رہ جاتے ہیں۔ جب مذہبی تعلیمات معاشرے میں عملی شکل اختیار کرتی ہیں، تو وہ لوگوں کے دلوں میں یہ جذبہ پیدا کرتی ہیں کہ دوسروں کا دکھ ان کا اپنا دکھ ہے، یہ کہ کسی ایک کا استحصال پوری انسانیت کے لیے ننگ کا باعث ہے۔ یوں مذہب نہ صرف انصاف کے تصور کو نظریاتی سطح پر وسعت دیتا ہے بلکہ اسے ایک ایسی عملی قوت میں تبدیل کر دیتا ہے جو افراد کو خود غرضی سے نکال کر اجتماعی ذمہ داری کی راہ پر گامزن کرتی ہے۔[5] دور حاضر میں جب دنیا بھر میں معاشی تفریق، نسلی امتیاز، صنفی ناہمواری اور مذہبی منافرت جیسے مسائل سر اٹھا رہے ہیں، یہ باہمی تعلق مزید اہم ہو جاتا ہے کیونکہ مذہبی تعلیمات انسان کو اس بلند ترین اخلاقی منزل سے آشنا کراتی ہیں جہاں انصاف صرف عدالتوں کی حد تک محدود نہیں رہتا بلکہ روزمرہ کے معاملات، معاشی لین دین، سماجی تعلقات اور سیاسی فیصلوں تک میں سرایت کر جاتا ہے۔ اس طرح سماجی انصاف اور مذہبی تعلیمات کا یہ تعلق ایک ایسے اجتماعی ضمیر کی تشکیل کرتا ہے جو نہ صرف عدم مساوات کے خلاف آواز اٹھاتا ہے بلکہ ایک ایسے معاشرے کی تعمیر کا راستہ بھی ہموار کرتا ہے جہاں ہر فرد کا وقار محفوظ ہو، وسائل کی تقسیم مساوی ہو، انسانیت اپنی حقیقی منزل کو پہنچے، جہاں محبت اور انصاف ایک ہی سکے کے دو رخ ہوں۔

مذہب اور سماجی انصاف کا تعلق انتہائی گہرا اور پیچیدہ ہے۔ تمام بڑے مذاہب نے اپنے ماننے والوں کو انصاف کے قیام کا حکم دیا ہے۔ اسلام میں عدل اور قسط کا تصور، یہودیت میں صدقہ کا تصور، ہندومت میں دھرم کا تصور اور مسیحیت میں محبت اور رحم کا تصور، سب کا مرکز انسانی فلاح اور انصاف ہے۔ مسیحیت میں سماجی انصاف اور مذہبی تعلیمات کا تعلق عہد نامہ قدیم سے ہی شروع ہوتا ہے جہاں انبیائے کرام علیہم السلام نے ظلم و استحصال کے خلاف مسلسل آواز اٹھائی۔ عاموس نبی کی وہ مشہور آیت:

"انصاف کو ندی کی طرح اور صداقت کو جاری رہنے والی نہر کی طرح بہنے دو۔"[6]

مسیحی الہیات کا ایک اہم نصب العین ہے۔ عہد نامہ جدید میں حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات نے اس تصور کو عملی شکل دی۔ انہوں نے نہ صرف انصاف کی تعلیم دی بلکہ خود پسماندہ طبقات کے ساتھ کھانا کھایا، بیماروں کو شفایاب کیا اور معاشی و معاشرتی استحصال کے خلاف آواز اٹھائی۔ ان کے بعد پولس رسول اور دیگر ابتدائی مسیحی رہنماؤں نے کلیسیا کو ایک ایسی جماعت کے طور پر تشکیل دیا جہاں امیر اور غریب، یہودی اور غیر یہودی، آزاد اور غلام سب برابر تھے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ مسیحیت میں مذہبی تعلیمات کا کوئی بھی پہلو ایسا نہیں جس کا تعلق سماجی انصاف سے نہ ہو۔ خدا کا تصور، عبادت، اخلاقیات، تعلیم و تربیت، سب میں انصاف کا پیغام اس طرح سرایت کیے ہوئے ہے کہ ان کو الگ کرنا ممکن نہیں۔

### 4. سماجی انصاف سے متعلق مسیحی تعلیمات

سماجی انصاف کا تصور عصر حاضر کا وہ آفتاب تابندہ ہے جس کی روحانی روشنی سے انسانی معاشروں کے تمام طبقوں اور نظاموں کی راہیں منور ہو گئی ہیں۔ مسیحیت نے صدیوں سے اس فریضۂ انسانیت کی ادائیگی میں وہ کلیدی کردار ادا کیا ہے جو تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے۔ مسیحی تعلیمات کا لب لباب محبت، ہم دردی اور مظلوموں کے ساتھ انصاف کا قیام ہے، یہ وہ چراغ راہ ہے جس نے تہذیبوں کی منزلیں روشن کی ہیں۔ زیر نظر حصہ انہی تعلیمات کا وہ تجزیاتی مطالعہ ہے جس میں مسیحیت کے مختلف پہلوؤں کو سماجی انصاف کے آئینۂ شفاف میں پیش کیا گیا ہے۔ یہاں یہ حقیقت رُخ نمائی کرتی ہے کہ سماجی انصاف مسیحی ایمان کا کوئی عارضی یا حاشیائی جزو نہیں، بلکہ وہ مرکزی ستون ہے جو خدا کے تصور سے لے کر عبادات، اخلاقیات اور رسومات تک ہر شعبے میں اپنا جلوہ گر ہے۔ گویا وہ جان پنہاں ہے جس سے جسم ایمان کی ہر شے حیات پاتی ہے۔

---

[5] Russell Sandberg, Religion, Law and Society (UK: Cambridge University Press,2014), P:1-277.

[6] عاموس 5:24۔

### i. مسیحی تصور خدا اور سماجی انصاف

مسیحیت میں خدا کا تصور سماجی انصاف کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ بائبل کے مطابق، خدا کی صفات میں "عدل" اور "انصاف" بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ خروج کی کتاب میں خدا اپنے بارے میں یوں بتاتا ہے:

"خداوند، خداوند، رحم دل اور مہربان، تحمل سے کام لینے والا، شفقت اور سچائی میں کثیر، ہزاروں پر رحم کرنے والا، خطا اور گناہ اور تقصیر کو معاف کرنے والا۔" [7]

یہاں رحم اور انصاف کا یہ امتزاج مسیحی تصور خدا کی بنیاد ہے۔ مسیحی الہیات میں خدا کو یتیموں کا باپ اور بیواؤں کا منصف کہا گیا ہے۔[8] اس سے واضح ہوتا ہے کہ خدا کا انصاف کمزوروں اور پسماندہ لوگوں کے حق میں ہے۔ خدا کے اس کردار کی بنیاد پر، مسیحیوں کو بھی حکم دیا گیا کہ وہ معاشرے میں انہی کمزور طبقات کی حمایت کریں۔ مزید یہ کہ تثلیث کا عقیدہ بھی سماجی انصاف کے لیے اہم مضمرات رکھتا ہے۔ باپ، بیٹے اور روح القدس کے درمیان محبت، مساوات اور باہمی احترام کا رشتہ انسانی معاشرے کے لیے ایک نمونہ ہے۔ اس تصور کے مطابق، انسانی معاشرے میں بھی وہی محبت اور مساوات ہونی چاہیے جو خدا کے وجود میں پائی جاتی ہے۔ بائبلی مفسرین کا کہنا ہے کہ جب مسیحی خدا کو "محبت" کہتے ہیں تو یہ محبت صرف جذباتی نہیں بلکہ عملی ہے جو ظلم کے خلاف مزاحمت اور مظلوم کی حمایت میں ظاہر ہوتی ہے۔[9]

### ii. مسیحی تصور نبوت اور سماجی انصاف

مسیحیت میں نبوت کا تصور عہد نامہ قدیم کی روایت سے جڑا ہوا ہے جہاں انبیائے علیہم السلام کو سماجی انصاف کا محافظ سمجھا جاتا تھا۔ اگرچہ مسیحیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کو "کاہن، نبی اور بادشاہ" کے تین مناصب دیے جاتے ہیں، لیکن نبوت کا کردار خاص طور پر انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ عہد نامہ قدیم کے انبیاء میں الیاس، الیشع، عاموس، ہوسیع، یسعیاہ، یرمیاہ اور حزقی ایل شامل ہیں۔ ان میں سے ہر نبی نے اپنے دور کے سماجی مسائل، خاص طور پر غریبوں پر ظلم، جھوٹے مقدمات اور مذہبی رسم و رواج کی آڑ میں ہونے والی زیادتیوں کے خلاف آواز اٹھائی۔ یسعیاہ نبی کی مشہور پیشگوئی ہے:

"وہ مسکینوں کو راست بازی سے انصاف دلائے گا اور زمین کے حلیموں کے لیے دیانت داری سے فیصلہ کرے گا۔"[10]

مسیحی الہیات میں حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت کو ایمان کا مرکزی ستون اور الہامی رسالت کی عظیم علامت قرار دیا جاتا ہے۔ مسیحی الہیات میں نبوت کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ یہ صرف ماضی کے انبیائے کرام علیہم السلام تک محدود نہیں بلکہ ہر عہد میں خدا اپنے بندوں کو اٹھاتا ہے جو انصاف کی بات کریں۔ پولس رسول نے کلیسیا کو "نبوت کی روح" سے منسوب کیا اور کہا کہ مسیحیوں کو اس دنیا میں "روشنی" اور "نمک" کا کردار ادا کرنا چاہیے۔[11] عصر حاضر میں، مارٹن لوتھر اور کنگ جونیئر جیسی شخصیات کو مسیحی نبوت کی عملی مثال سمجھا جاتا ہے جنہوں نے امریکہ میں سیاہ فاموں کے حقوق کے لیے جدوجہد کی۔ ان کی تحریک کا مرکز مسیحی تعلیمات ہی تھیں۔

### iii. حضرت مسیح علیہ السلام اور سماجی انصاف

حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی اور تعلیمات سماجی انصاف کا مکمل نمونہ ہیں۔ انجیلوں میں ان کے کردار کو تین حوالوں سے سماجی انصاف سے جوڑا جاتا ہے۔ ان میں تعلیمات، اعمال اور ان کی قربانی شامل ہیں۔[12] تعلیمات کے اعتبار سے پہاڑی وعظ مسیحی اخلاقیات اور سماجی انصاف کا منشور ہے۔ اس میں انہوں نے مبارک قرار دیا:

---

[7] خروج 34:6-7۔

[8] زبور 68:5۔

[9] 1 یوحنا 4:8۔

[10] یسعیاہ 11:4۔

[11] متی 5:13-16 ۔

[12] متی 5-7۔

"مسکین الروح کہ آسمان کی بادشاہی انہی کی ہے... حلیموں کہ وہ زمین کے وارث ہوں گے... جو راستبازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں کہ وہ سیر ہوں گے۔ "[13]

یہ تعلیمات معاشرے کے پسماندہ اور محروم طبقات کو مرکزیت دیتی ہیں۔ اعمال کے اعتبار سے، حضرت مسیح علیہ السلام نے مسلسل معاشرے کے باہر پھینکے گئے لوگوں کے ساتھ میل جول رکھا۔ انہوں نے کوڑھیوں کو چھوا، زانیہ عورت کو معاف کیا، چنگی ٹھیک دار زکیئس کے گھر ٹھہرے اور سامری عورت سے بات کی۔ یہ تمام اعمال اس وقت کے معاشرتی اصولوں کے خلاف تھے اور ان کا مقصد سماجی تفریق کو توڑنا تھا۔ ان کا سب سے بڑا پیغام یہ تھا کہ پڑوسی سے محبت کا حکم صرف اپنی ذات یا قوم تک محدود نہیں بلکہ ہر انسان تک پھیلایا جانا چاہیے۔ تم اسرائیلی سے محبت رکھو اور غیر قوم سے نفرت کے بجائے انہوں نے اپنے دشمنوں سے محبت رکھو کا درس دیا۔ جدید مفسرین کا کہنا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیب پر قربانی بھی سماجی انصاف کی انتہا ہے۔ انہوں نے اپنے آپ کو مظلوموں کے ساتھ اس حد تک پہنچانا اور کہا میں بھوکا تھا اور تم نے مجھے کھانا دیا، جتنا تم نے میرے ان چھوٹے بھائیوں میں سے کسی کے ساتھ کیا اور اتنا میرے ساتھ کیا۔[14]

### iv. بزرگان کیسیا اور سماجی انصاف

کیسیا سے مراد ابتدائی مسیحی کلیسیا کے وہ بزرگ اور پیشوا ہیں جنہوں نے رسولوں کے بعد کلیسیا کی راہنمائی کی۔ ان میں کلیمنٹ رومی، اگنیشس انطاکی، پولی کارپ سمیرنا اور بعد کے دور میں جسٹن، ترتولیان اور آگسٹین جیسی شخصیات شامل ہیں۔ ان بزرگوں نے سماجی انصاف کو مسیحی الہیات کا لازمی حصہ قرار دیا۔ پہلی صدی عیسوی میں کلیمنٹ رومی نے اپنے خط میں کہا کہ مسیحیوں کا فرض ہے کہ وہ غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کا خیال رکھیں۔ اگنیشس انطاکی نے زور دیا کہ کلیسیا کا بشپ اتنا سخاوت مند ہو کہ وہ ہر ضرورت مند کی مدد کر سکے۔ دوسری اور تیسری صدی میں ترتولیان نے اپنی تحریر "Apologeticus"[15] میں بتایا کہ ابتدائی مسیحی اپنی جمع شدہ رقوم کو نہ صرف عبادت بلکہ غریبوں، بے سہارا بچوں، بوڑھوں اور جہاز کے تباہ شدہ مسافروں کی مدد کے لیے استعمال کرتے تھے۔ چوتھی صدی میں جان کریسوسٹم نے قسطنطنیہ کے بشپ کی حیثیت سے امیروں پر زور دیا کہ وہ اپنی دولت غریبوں میں تقسیم کریں۔ امیروں کا مال دراصل غریبوں کا حق ہے۔ اگر تم نے غریبوں کو نہ دیا تو تم چور ہو۔ یہ تمام بزرگ اس بات کے شاہد ہیں کہ مسیحیت میں سماجی انصاف کوئی جدید ایجاد نہیں بلکہ کلیسیا کی پہلی صدیوں سے اس کا بنیادی عنصر رہا ہے۔

### v. مسیحی عبادت اور سماجی انصاف

مسیحی عبادت صرف رسمی اعمال کا نام نہیں بلکہ اس کا تعلق عملی زندگی سے گہرا ہے۔ بائبل میں واضح کیا گیا ہے کہ خدا کی عبادت اس وقت تک مقبول نہیں ہوتی جب تک انسان اپنے ہم نوع کے ساتھ انصاف نہ کرے۔ عہد نامہ قدیم میں یسعیاہ نبی خدا کے حکم کو یوں بیان کرتا ہے:

"تمہاری قربانیاں بے کار ہیں... تمہارے ہاتھوں سے اپنی بدی کو دور کرو۔ برائی کرنا چھوڑ دو۔ نیکی کرنا سیکھو۔ انصاف کی تلاش کرو۔ ظالم کو سیدھا کرو۔ یتیم کا انصاف کرو۔ بیوہ کی دادرسائی کرو۔ "[16]

---

[13] متی 5:3-6۔

[14] متی 25:35-40۔

[15] اس سے مراد وہ تحریری یا تقریری انداز ہے جس میں کسی مذہب، فلسفے یا نظریے کا دفاع کیا جاتا ہے۔ خاص طور پر مسیحیت کے تناظر میں یہ اصطلاح ان ابتدائی مسیحی مصنفین کی تصانیف کے لیے استعمال ہوتی ہے جنھوں نے مسیحی عقائد کو غیر مسیحیوں خاص طور پر رومی سلطنت کے عہد کے اعتراضات اور تنقید کے سامنے منطقی اور مدلل انداز میں پیش کیا۔ یہ اصطلاح مشہور مسیحی عالم **ترتلیان** کی تصنیف کے عنوان سے بھی موسوم ہے، جسے اس نے دوسری صدی عیسوی میں لاطینی زبان میں لکھا۔ Apologeticus دفاعی ادب کی وہ صنف ہے جس میں کسی عقیدے یا نظریے کو معقولیت، منطق اور دلائل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔(**Tertullian,** *Apologeticus (UK:***Harvard University Press, 1931),P:34-35.**)

[16] یسعیاہ 1:13-17۔

عہد نامہ جدید میں حضرت مسیح علیہ السلام نے عبادت کے بارے میں تعلیم دیتے ہوئے کہا کہ اگر تو اپنی نذریں قربان گاہ پر چڑھا رہا ہے اور وہاں تجھے یاد آئے کہ تیرے بھائی کو تجھ سے شکایت ہے تو اپنی نذر وہیں قربان گاہ کے سامنے چھوڑ کر جا اور پہلے اپنے بھائی سے صلح کر۔ پھر آ کر اپنی نذر قربان کر ۔ابتدائی کلیسیا میں عبادت کا ایک اہم حصہ "اگاپے"یعنی محبت کی ضیافت تھا جہاں امیر اور غریب اکٹھے کھانا کھاتے تھے۔ پولس رسول نے کرنتھس کی کلیسیا کو اس بات پر ملامت کی کہ ان کی عبادت میں امیر اپنا کھانا خود کھا رہے ہیں اور غریب بھوکے ہیں۔[17] جدید مسیحی الٰہیات میں عبادت اور انصاف کو مزید مربوط کیا گیا ہے۔ لبریشن تھیالوجی کے مطابق حقیقی عبادت وہ ہے جو مظلوموں کی آزادی کی طرف لے جائے۔[18]

### vi. مسیحی اخلاقیات اور سماجی انصاف

مسیحی اخلاقیات کی بنیاد دو عظیم احکام پر ہے کہ اپنے خدا سے دل، جان، عقل اور طاقت سے محبت رکھ، اپنے پڑوسی سے محبت رکھ جیسی خود سے ہے۔[19] یہ اخلاقی نظام سماجی انصاف کو لازمی قرار دیتا ہے کیونکہ پڑوسی سے محبت کا مطلب ہے اس کے حقوق کا تحفظ، اس کی ضروریات کا خیال اور اس پر ظلم کے خلاف مزاحمت۔ مسیحی اخلاقیات کا یہ سنہری اصول بھی انصاف کی بنیاد ہے۔ جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں، ویسا ہی تم بھی ان کے ساتھ کرو۔[20] مسیحی اخلاقیات کے مطابق جھوٹ، چوری، غیبت اور ناانصافی نہ صرف انفرادی گناہ ہیں بلکہ اجتماعی بھی۔ یہاں تک کہ کسی غلط نظام میں خاموش رہنا بھی گناہ سمجھا جاتا ہے۔ عہد نامہ قدیم کے انبیاء نے مسلسل اس بات پر زور دیا کہ اخلاقیات کا تعلق عبادات سے زیادہ سماجی رویوں سے ہے۔ میکاہ نبی نے خدا کا پیغام یوں دیا کہ انصاف کرنا، رحم سے محبت رکھنا اور اپنے خدا کے ساتھ فروتنی سے چلنا۔[21] جدید دور میں، مسیحی اخلاقیات نے انسانی حقوق، ماحولیاتی انصاف اور معاشی مساوات جیسے موضوعات کو اپنایا ہے۔ یہ تمام موضوعات سماجی انصاف کے وسیع تر تصور کا حصہ ہیں۔

### vii. مسیحی تصور سزا اور سماجی انصاف

مسیحیت میں سزا کا تصور عہد نامہ قدیم کی قانونی روایت اور عہد نامہ جدید کی رحمت و مغفرت کی تعلیمات کا امتزاج ہے۔ اس تصور کا سماجی انصاف سے گہرا تعلق ہے۔ عہد نامہ قدیم میں آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت کا اصول ملتا ہے۔ یہ اصول اگرچہ سخت نظر آتا ہے، لیکن اس کا اصل مقصد سزا کو محدود کرنا تھا تاکہ کوئی شخص ایک معمولی جرم پر بے حساب انتقام نہ لے سکے۔ اس کے علاوہ، بنی اسرائیل کے قانون میں غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کے حقوق کا خاص خیال رکھا گیا تھا۔[22] حضرت مسیح علیہ السلام نے آنکھ کے بدلے آنکھ کے اصول کو نئے تناظر میں پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ تم نے سنا ہے کہ کہا گیا تھا۔ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت، لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرو، بلکہ اگر کوئی تیرے دائیں گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔ یہ تعلیم سزا کے خاتمے کی تعلیم نہیں بلکہ انتقامی جذبے کی نفی کرتی ہے۔[23] حضرت مسیح علیہ السلام نے بدکاری کے الزام میں پکڑی گئی عورت کے واقعے میں فرمایا کہ تم میں سے جو بے گناہ ہو، وہ پہلا پتھر مارے۔[24] اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ سزا دینے سے پہلے اپنے دل کا محاسبہ کرو۔ پولس رسول نے رومیوں کے نام خط میں کہا کہ حکومت خدا کی خادم ہے اور برائی کرنے والے پر غضب نازل کرتی ہے۔[25] اس کی رو سے مسیحیت ریاست کو سزا دینے کا حق دیتی ہے، لیکن یہ حق انصاف کے اصولوں کے تحت استعمال ہونا چاہیے۔ جدید مسیحی الٰہیات میں بحالی انصاف کا تصور اہم ہے۔ اس

---

[17] 1 کرنتھیوں 11:20-22۔

[18] Cone, J. H, A Black Theology of Liberation(New York:J.B.Lippincott,1970),P:10-95.

[19] مرقس 12:30-31۔

[20] متی 7:12۔

[21] میکاہ 6:8۔

[22] خروج 21:24۔

[23] متی 5:38-39۔

[24] یوحنا 8:7۔

[25] رومیوں 13:4۔

کے مطابق، سزا کا مقصد صرف مجرم کو سزا دینا نہیں بلکہ اس کی اصلاح اور معاشرے میں بحالی ہونا چاہیے۔ یہ تصور حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کے زیادہ قریب ہے۔ مسیحی تعلیمات کے مطابق، کسی بھی سزا میں مجرم کے انسانی وقار کا خیال رکھا جانا چاہیے۔ سزائے موت کے بارے میں مسیحی الہیات میں اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن زیادہ تر مسیحی فرقے اس کے خلاف ہیں کیونکہ وہ زندگی کو خدا کا عطا کردہ تحفہ سمجھتے ہیں۔

**viii. مسیحی رسومات اور سماجی انصاف**

مسیحیت میں دو بڑی رسومات ہیں۔ بپتسمہ یعنی غسل مسیحیت اور عشائے ربانی یعنی مقدس عشائیہ ۔ یہ دونوں رسومات سماجی انصاف سے گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ بپتسمہ مسیحی برادری میں شمولیت کی علامت ہے۔ ابتدائی کلیسیا میں، بپتسمہ لینے والے تمام افراد، خواہ وہ کسی بھی نسل، طبقے یا جنس کے ہوں، کلیسیا میں برابر کا درجہ پاتے تھے۔ پولس رسول نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا کہ تم میں نہ کوئی یہودی ہے نہ یونانی، نہ کوئی غلام ہے نہ آزاد، نہ کوئی مرد ہے نہ عورت، کیونکہ تم سب مسیح علیہ السلام میں ایک ہو۔[26] عشائے ربانی کو مسیحی "اتحاد کی رسم" کہتے ہیں۔ یہ وہ ضیافت ہے جہاں امیر اور غریب، اعلیٰ اور ادنیٰ، سب ایک ہی روٹی کھاتے اور ایک ہی پیالہ پیتے ہیں۔ ابتدائی کلیسیا میں اس رسم کا ایک پہلو "اگاپے" تھا جہاں دولت مند مسیحی غریب مسیحیوں کے لیے کھانا لاتے تھے۔ بائبلی مفسرین کا کہنا ہے کہ جب کوئی مسیحی ان رسومات کو ادا کرتا ہے تو وہ اس بات کا عہد کرتا ہے کہ وہ معاشرے میں انصاف کے قیام کے لیے کام کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ کلیسیا کی تاریخ میں ان رسومات کو سماجی انصاف کی تحریکوں کے ساتھ جوڑ کر دیکھا گیا ہے۔

**ix. مسیحی تعلیم و تربیت اور سماجی انصاف**

مسیحی تعلیم و تربیت کا بنیادی مقصد افراد کو اس قابل بنانا ہے کہ وہ مسیح کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزاریں۔ اس تعلیم کا مرکز انصاف، محبت اور خدمت ہے۔ مسیحی تعلیم میں پہلا سبق یہ ہوتا ہے کہ تمام انسان خدا کی صورت پر پیدا ہوئے ہیں اور اس لیے ان کا وقار برابر ہے۔ یہ تعلیم نسل پرستی، ذات پات اور طبقاتی تفریق کی نفی کرتی ہے۔ بائبل میں والدین کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو خدا کے احکام کی تعلیم دیں۔[27] ان احکام میں انصاف، رحم اور صدقہ شامل ہیں۔ مسیحی اسکولوں اور کلیسیاؤں میں بچوں کو یہ سبق سکھایا جاتا ہے کہ دوسروں کی مدد کرنا، مظلوم کا ساتھ دینا اور ظالم کے خلاف آواز اٹھانا ایمان کا حصہ ہے۔ مسیحی تعلیم کا ایک اہم حصہ سماجی شعور کی تربیت ہے۔ اس کے تحت بچوں کو معاشرے کے مسائل سے آگاہ کیا جاتا ہے اور انہیں ان مسائل کے حل میں فعال کردار ادا کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ عصر حاضر میں مسیحی تعلیمی ادارے پاکستان سمیت دنیا بھر میں تعلیم کے شعبے میں نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان اداروں کا کردار صرف تعلیم تک محدود نہیں بلکہ وہ سماجی انصاف کے فروغ میں بھی اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔

**x. انجیلی واقعات و موضوعات اور سماجی انصاف**

متی، مرقس، لوقا اور یوحنا حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی اور تعلیمات کا بنیادی ماخذ ہیں۔ ان میں بہت سے واقعات اور موضوعات ایسے ہیں جو سماجی انصاف کے اصولوں کو واضح کرتے ہیں۔

**اَ. سامری شخص کا واقعہ**

یہ مسیحی تعلیمات میں ایک اہم واقعہ ہے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام پڑوسی کے تصور کو واضح کرتے ہیں۔ اس واقعے میں ایک یہودی راہگیر پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا۔ ایک کاہن اور ایک لاوی نام کا مذہبی پیشوا اسے نظر انداز کرکے چلے گئے، لیکن ایک سامری ، جو یہودیوں کی نظر میں حقیر تھا، نے رک کر اس کی مرہم پٹی کی۔ اس واقعے سے مسیحی یہ سبق لیتے ہیں کہ پڑوسی وہ نہیں جو ہماری ذات یا مذہب کا ہو، بلکہ وہ جو ہماری مدد کا محتاج ہو۔[28]

**ب. لازریع اور امیر آدمی کا واقعہ**

اس واقعے میں ایک امیر آدمی عیش و عشرت کرتا ہے جبکہ ایک غریب لازریع اس کے دروازے پر بھوکا پڑا رہتا ہے۔ مرنے کے بعد لازریع جنت میں اور امیر جہنم میں جاتا ہے۔ یہ واقعہ معاشی عدم مساوات کے خلاف سخت تنبیہ ہے۔[29]

---

[26] گلتیوں 3:28۔

[27] استثنا 6:6-7۔

[28] لوقا 10:25-37۔

[29] لوقا 16:19-31۔

### ج. کنعانی عورت کا واقعہ

ایک غیر قوم عورت حضرت مسیح علیہ السلام سے اپنی بیٹی کی شفا کی درخواست کرتی ہے۔ ابتدائی طور پر وہ اسے نظر انداز کرتے ہیں، لیکن اس عورت کے ایمان کو دیکھ کر اس کی دعا قبول کرتے ہیں۔ یہ واقعہ نسلی امتیاز کے خلاف پیغام دیتا ہے۔ اس طرح کے دیگر واقعات بھی مسیحی تعلیمات کا اہم حصہ ہیں اور سماجی انصاف کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔[30]

### xi. مسیحیت کو درپیش سماجی وسیاسی چیلنجز اور سماجی انصاف

عصر حاضر میں مسیحیت، خاص طور پر پاکستان جیسے ممالک میں، متعدد سماجی و سیاسی چیلنجز کا سامنا کر رہی ہے۔ ان چیلنجز کا سماجی انصاف سے گہرا تعلق ہے۔ پاکستان میں مسیحی ایک اقلیت ہیں۔[31] انہیں روزگار، تعلیم اور سیاسی نمائندگی میں امتیازی سلوک کا سامنا ہے۔ مقدس مقامات کی بے حرمتی، جھوٹے مقدمات اور تشدد کے واقعات مسیحی برادری کو درپیش سنگین مسائل ہیں۔ پاکستان کے قانون میں توہین مذہب کی دفعات کا استعمال بعض اوقات مسیحیوں اور دیگر اقلیتوں کے خلاف کیا جاتا ہے۔ ایسے جھوٹے مقدمات میں مسیحی برادری کے بعض افراد قید اور سزائے موت کے خطرے سے دوچار ہیں۔[32] پاکستان میں مسیحی برادری بعض سطحوں پر معاشی مسائل کا شکار ہے۔[33] تعلیم کے حصول، روزگار کے مواقع اور معاشی ترقی کے راستے ان کو محدود پیمانے پر میسر ہیں۔[34] کلیسیا کے اندر بھی فرقہ واریت، قیادت کے بحران اور جدیدیت کے چیلنجز موجود ہیں۔ ان مسائل نے کلیسیا کی سماجی انصاف کے لیے جدوجہد کو متاثر کیا ہے۔[35] ان چیلنجز کے باوجود مسیحی برادری سماجی انصاف کے قیام کے لیے کوشاں ہے۔ متعدد مسیحی تنظیمیں تعلیم، صحت اور قانونی تحفظ کے شعبوں میں کام کر رہی ہیں۔ مسیحی تعلیمات انہیں یہ سکھاتی ہیں کہ مصائب کے باوجود انصاف کے لیے کوشش جاری رکھنی چاہیے۔

## 5. خلاصہ بحث

مسیحیت میں سماجی انصاف کا تصور کسی جدید فلسفے کا عارضی اضافہ نہیں، بلکہ اس کی تعلیمات کا وہ مرکزی اور بنیادی عنصر ہے جو الٰہیات سے لے کر اخلاقیات، عبادات سے لے کر معاشرتی تعلقات تک ہر شعبے میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ مسیحی تصور خدا خود اس حقیقت کی روشن دلیل ہے کہ انصاف محض ایک انسانی اخلاقی تقاضا نہیں بلکہ الٰہی صفات میں سے ہے۔ عہد نامہ قدیم میں خدا کو بار بار بیواؤں کا منصف قرار دیا گیا ہے۔ یہ تعبیر اس بات کی غماز ہے کہ خالق کائنات کی صفات میں کمزوروں کا حمایتی ہونا اور مظلوموں کے ساتھ انصاف کا قیام شامل ہے۔ انبیائے بنی اسرائیل کی تعلیمات میں یہی پیغام گونجتا ہے۔ وہ ظلم واستحصال کے خلاف مسلسل آواز اٹھاتے ہیں، طاقتوروں کو ان کی ناانصافیوں پر جھڑکتے ہیں، معاشروں کو متنبہ کرتے ہیں کہ عبادات کی ظاہری شکل اس وقت بے معنی ہو جاتی ہے جب زمین پر انصاف قائم نہ ہو۔ یہ وہ روایت ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی اور تعلیمات میں اپنے عروج کو پہنچتی ہے۔ انجیل کی روایات بتاتی ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے خود کو مظلوموں کے لیے رکھوالا قرار دیا، ان کی صحبت غریبوں، بیواؤں، یتیموں، زکام زدگان اور معاشرے کے پسماندہ طبقات کے ساتھ تھی، ان کی تعلیمات کا مرکزی پیغام یہ تھا کہ خدا کی بادشاہی میں آخری لوگ پہلے ہوں گے اور جو اپنے پڑوسی سے محبت نہیں کرتا وہ خدا سے محبت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ یوں مسیحیت میں انصاف کا تصور محض ایک قانونی یا معاشی تقسیم تک محدود نہیں رہ جاتا بلکہ وہ محبت، ہمدردی اور ایثار کا وہ عملی روپ اختیار کر لیتا ہے جو انسانی رشتوں کی بنیاد بنتا ہے۔

ابتدائی کلیسیا کے بزرگان نے اس تعلیم کو نہ صرف نظریاتی طور پر اپنایا بلکہ اسے کلیسیائی خدمت کا لازمی جزو قرار دے کر عملی زندگی میں ڈھال دیا۔ کلیسیا کی ابتدائی صدیوں میں ہمیں ایسی واضح مثالیں ملتی ہیں جہاں دولت مند مسیحی اپنا مال غریبوں میں تقسیم کر دیتے تھے، کلیسیا بیواؤں اور یتیموں کی کفالت کا باقاعدہ نظام چلاتی تھی، غلاموں کو آزاد کرانا ایک مذہبی فضیلت تصور کی جاتی تھی۔ مسیحی عبادات، رسومات، اخلاقیات اور تعلیم وتربیت، سب میں انصاف کا پیغام اس طرح شامل ہے کہ ان کو الگ کرنا ممکن ہی نہیں۔ عشائے ربانی جیسی مرکزی عبادت جہاں مسیح کے ایثار کی یاد دلاتی ہے، وہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی بھی بھوکا نہ رہے اور سب ایک جسم

---

[30] متی 15:21-28۔

[31] احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں (کراچی: مکتبہ دانیال، 2000ء)، ص: 10-25۔

[32] محمد ریاض محمود وخورشید احمد ندیم، اسلام اور اقلیتیں: پاکستانی تناظر (اسلام آباد: قومی رحمۃ للعالمین وخاتم النبیین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اتھارٹی، 2025ء) ص: 71۔

[33] جنید قیصر، پاکستانی اقلیتوں کا نوحہ (لاہور: فکشن ہاؤس، 18-مزنگ روڈ، 2007ء)، ص: 10-45۔

[34] سسٹر نجمہ دانیل، تعلیمی ترقی اور مسیحی ادارے (گوجرانوالہ: سادھوکے، مکتبہ عناویم، 2005ء)، ص: 15-21۔

[35] ڈاکٹر جیمز چنن، پاکستان میں مسیحی مسلم مکالمہ (لاہور: دی ریکونز پبلی کیشنز، 2012ء)، ص: 15-36۔

کی مانند باہم جڑے ہوں۔ انجیلی واقعات اور تمثیلیں بھی سماجی انصاف کے فروغ کے لیے راہ نما ہیں۔ سامری مہربان کی تمثیل یہ سکھاتی ہے کہ پڑوسی وہ ہے جو ضرورت مند کی مدد کرے، خواہ وہ کسی بھی قوم یا مذہب سے تعلق رکھتا ہو ، آخری فیصلے کی تمثیل یہ پیغام دیتی ہے کہ انسان کی حقیقی شناخت اس بات سے ہو گی کہ اس نے بھوکے کو کھانا کھلایا، پیاسے کو پانی پلایا، اجنبی کی مہمان نوازی کی، ننگے کو کپڑا پہنایا، بیمار کی تیمارداری کی قیدی کی عیادت کی۔ یہ تمام تعلیمات اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ مسیحی ایمان کسی فرد کی نجی روحانیت میں محدود نہیں بلکہ وہ ایک ایسا جامع نظام ہے جو معاشرتی ڈھانچے، معاشی تعلقات اور سماجی ذمہ داریوں کو بھی اپنے دائرے میں لے آتا ہے۔

عصر حاضر میں مسیحیت کو جن سماجی و سیاسی چیلنجز کا سامنا ہے، وہ بھی اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ مسیحی برادری کو اپنی تعلیمات کے مطابق انصاف کے قیام کے لیے جدوجہد جاری رکھنی چاہیے۔ آج جب دنیا بھر میں معاشی تفریق انتہائی حدوں کو چھو رہی ہے، نسل پرستی، صنفی امتیاز، مذہبی منافرت اور مہاجرین کے ساتھ ناانصافی جیسے مسائل سر اٹھا رہے ہیں، مسیحیت کا یہ بنیادی پیغام کہ ہر انسان خدا کی صورت پر تخلیق پایا ہے اور اس لیے اس کا وقار اور حقوق محفوظ کیے جانے چاہئیں، انتہائی اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔ خاص طور پر سزا کے بارے میں مسیحی تصور، خصوصاً بحالی انصاف کا تصور، جدید دور میں اصلاح مجرمان کے لیے ایک مؤثر ماڈل پیش کرتا ہے۔ یہ تصور محض سزا دینے پر توجہ نہیں دیتا بلکہ مجرم اور متاثرہ کے درمیان تعلقات کی بحالی، معاشرے میں دوبارہ شمولیت اور تبدیلی کے مواقع فراہم کرنے پر زور دیتا ہے۔ مسیحی تعلیمات میں معافی، بخشش اور دوسرا موقع دینے کے بنیادی اصولوں کو اہم حیثیت حاصل ہے۔ سماجی انصاف مسیحی ایمان کا محض ایک ضمنی یا وقتی مسئلہ نہیں بلکہ اس کا مرکزی تقاضا ہے جو خدا کے تصور سے لے کر عبادات، اخلاقیات، رسومات اور کلیسیائی زندگی کے ہر پہلو میں رچا بسا ہے۔ مسیحی تعلیمات کا مطالبہ ہے کہ مسیحی نہ صرف ذاتی طور پر انصاف پسند ہوں بلکہ معاشرے میں ظلم و استحصال کے خلاف آواز اٹھائیں، مظلوموں کے حقوق کے لیے کام کریں، ان ڈھانچوں کو چیلنج کریں جو ناانصافی کو برقرار رکھتے ہیں۔ یہ وہ پیغام ہے جو نہ صرف مسیحی برادری کے لیے بلکہ پورے انسانی معاشرے کے لیے مشعل راہ ہے۔ ایک ایسا راستہ جہاں انصاف اور محبت ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے، جہاں کمزوروں کی حمایت ہی طاقت کا معیار ہے، جہاں انسانیت اپنی حقیقی منزل پر پہنچے ۔ ایسے معاشرہ کی تشکیل ہو جہاں ہر فرد کا وقار محفوظ ہو اور سب کے لیے انصاف کی روشنی برابر بکھری ہوئی ہو ۔